دراوڑی دور میں تہذیب و ثقافت

اور

صنعت و تجارت کا تدریجی ارتقاء

(۳)

از جناب سید امین الدین صاحب جلالی شاہجہانپوری

صنعت پارچہ بافی ذہن ہندی کے ذوق صنعت و تجارت کی بنا پر یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ صنعت اور ہندوستان ایک ہی چیز کے دو مختلف نام ہیں اور اس کی تاریخ اتنی قدیم ہے جتنی خود باشندگانِ ہند کی جس میں بنیادی اولیت پارچہ بافی کو حاصل ہے۔ بقول مصنّف "عہدِ قدیم مشرق و مغرب" دنیا ابھی تن پوشی سے بھی واقف نہ ہوئی تھی۔ کہ یہاں عمدہ قسم کا کپڑا تیار ہوتا تھا اور اس اوّلیت کی وجہ کپاس کی اولین کاشت قرار دی گئی ہے۔ اس کی کاشت کے لئے ہند اور جنوبی ہند کی کالی مٹی والے

گذارش

خریداری برہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلے میں خط و کتابت کرتے یا منی آرڈر کوپن پر برہان کی چٹ کے نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو (منیجر)

علاقہ اسی عہد سے مشہور چلے آرہے ہیں لیکن سندھی کپاس کو اس وقت بین الاقوامی شہرت حاصل تھی ۔ سندھی پارچہ باف اس کے باریک ریشوں سے اعلیٰ قسم کا باریک سوت کات کر نہ صرف ملک کی ملبوساتی ضرورت کی تکمیل کرتے تھے بلکہ برآمد بھی کرتے تھے[۱] ۔ رگ وید میں جو مسیح سے تقریباً پندرہ سو سال پہلے مرتب ہوا تھا کپاس کا ذکر موجود ہے ۔ جو دراوڑی عہد میں اس کی کاشت اور ترقی کا بین ثبوت ہے ۔ علاوہ ازیں کپڑوں کے اُن ٹکڑوں سے جو چاندی کے سکوں پر لپٹے ہوئے پائے گئے ہیں، پتہ چلتا ہے کہ اب سے پانچ ہزار سال پہلے مہنجوداڑو کے علاقہ میں نہ صرف کپاس کی کاشت ہوتی تھی بلکہ اس کے ریشوں سے اعلیٰ قسم کے پارچہ جات بھی تیار کئے جاتے تھے ۔ جو عرب حلقوں میں ثوب ہندی کے نام سے موسوم تھے[۲] ۔ ایک اور قسم کا کپڑا بھی عربوں کے ذوقِ طبع کی مناسبت سے تیار کیا جاتا تھا جو سندھ، مسند یا سند کے نام سے عربوں میں مشہور تھا[۳]۔ سوتی اور اونی دھاگا بھی تیار کیا جاتا تھا حتیٰ کہ کپڑا بننے کے کارخانے امداد باہمی کے اصول پر قائم تھے[۴] ۔

قدیم پیروین مقبروں اور جنوبی امریکہ کی چٹانی تہذیب کے عہد میں پائی جانے والی کپاس کی بنی ہوئی چیزوں سے کچھ لوگوں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ دراوڑی تہذیب کے عروج کے لگ بھگ جنوبی امریکہ میں کپاس کی کاشت ہوتی تھی ۔ علاوہ ازیں قدیم مغربی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تاتار کے علاقوں میں ایسے درخت پائے جاتے تھے جن کے پکے پھلوں کے نرم و سفید ریشے کپڑا تیار کرنے کے کام آتے تھے ۔ لیکن اس خیال کی بنیاد صرف ظن و تخمین پر مبنی ہے ۔ بعض کے نزدیک مصری کپاس کو اولیت حاصل ہے لیکن یہ خیال بھی صحت فکر پر مبنی نہیں کیونکہ جس وقت سندھی کپاس کے ریشوں سے اعلیٰ قسم کا کپڑا تیار ہوتا تھا ۔ اہل مصر اس وقت سن کے ریشوں سے کپڑا تیار کرتے تھے[۵] ۔ مصر میں اس کے زمانۂ کاشت کا تعین اگرچہ وثوق کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ مسلمہ ہے کہ ایکھ کے بیج کی طرح، اعلیٰ قسم کی کپاس کا بیج اور اس کا طریقۂ کاشت بھی یہیں سے مصر پہنچا ۔

---

۱ مجلہ نیا دور لکھنؤ ۔ ۲ ثقافت الہند ۔ ۳ عرب و ہند کے تعلقات ۔ ۴ انگریزی ماہنامہ اسکول سائنس ۔ ۵ عہد قدیم مشرق و مغرب

بہ روایت مختلفہ تین یا چار ہزار قبل مسیح اہلِ مصر نے فینیقی عربوں کے تجارتی توسل سے سندھی کپاس کا بیج حاصل کیا تھا اور اس حصول کو مصر و ہند کے مابین تجارتی تعلقات کی بنیادی ابتدا بھی کہا جاتا ہے۔ سرزمین فراعنہ اسکی کاشت کے لئے بہت ہی موزوں ثابت ہوئی۔ اس لئے سندھی کپاس کا بیج اپنے اصل مرکز سے بھی پیداوار اور خوبی کے لحاظ سے بہتر ثابت ہوا۔ کچھ مورخین نے مصر و سوڈان میں سندھی کپاس کی پہنچ اور کاشت کا زمانہ پہلی صدی عیسوی بتایا ہے جو کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ غالباً انہوں نے زمانۂ کاشت اور زمانۂ ترقی میں فرق محسوس نہ کرتے ہوئے عہدِ ترقی کو زمانہ کاشت متصور کر لیا۔ اہلِ بابل نے بھی باوصف اپنی تمام تر ملکی ترقیوں کے کپاس کا بیج اور صحیح طریقہ کاشت بجائے مصر کے سندھ ہی سے معلوم کیا تھا اور سندھی ساخت کا کپڑا بھی بری اور بحری راستوں سے بابل پہونچا کرتا تھا۔[1] "ہند کی پولیٹیکل اکانومی" اور "ہندوستان کی قدیم صنعت و تجارت" کے مصنفین نے پروفیسر ویبر کا ایک بیان نقل کیا ہے جس میں موصوف نے تین ہزار قبل مسیح بابل اور ہند کے درمیان تجارتی سلسلہ کے قیام کو متعدد مضبوط دلائل سے ثابت کیا ہے۔ سندھی کپاس اور اس کے باریک دھاگے کی قدر و قیمت کا اندازہ مصر کے ایک قدیم بادشاہ راماسس RAMESESS کی ان دو خاص خلعتوں کے دینے سے لگایا جاتا ہے جو خاص سندھی روئی کے دھاگے سے تیار کر کے کسی خاص مقرب بارگاہ کو صلہ خاص میں دی گئی تھیں۔[2] الہ آباد ہائی کورٹ کے سابق جسٹس دھون نے الہ آباد یونیورسٹی کامرس ایسوسی ایشن کے سالانہ جلسے میں "آریوں سے پہلے ہند کی بحری تجارت" کے عنوان سے ۱۴ مارچ ۱۹۴۵ء کو تقریر کرتے ہوئے متعدد مستند حوالوں سے خصوصاً کوٹلیہ کی ارتھ شاستر کے حوالے سے ثابت کیا تھا کہ دراوڑی دور میں ہند کے باریک کپڑوں نے شہرت خاص حاصل کر لی تھی۔ کاشی کم (بنگال)، مدورام (مدراس) لوتھل (سوراشٹر) اور بعض دیگر مقامات کی صنعت پارچہ بافی نقطۂ عروج پر تھی اور مشرق و مغرب کے عوام ہی نہیں امراء اور اکابر بھی یہاں کے باریک اور نفیس کپڑوں کے بڑے قدر داں تھے۔ لوتھل اس زمانہ میں نہ صرف دراوڑی تہذیب کا مرکز تھا بلکہ ہند کی بحری تجارت کا مخصوص بندرگاہ بھی تھا۔ جہاں سے خلیج فارس اور عرب اور افریقہ تک تجارت کے بحری قافلوں کی آمد و رفت جاری تھی اور ہر قسم کا خام و پختہ

---

[1] عہدِ قدیم مشرق و مغرب [2] ثقافت الہند

سامان برآمد ہوتا تھا"۔ جسٹس موصوف کی رائے میں اہلِ فینیقیہ کے ممکنہ استثنا کے سوا ہندی تاجروں کی تاجرانہ قدامت کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ڈراوڑی تجارت کے اخلاقی ضابطوں کے ذکر میں جسٹس موصوف نے بتایا کہ ضروری اشیاء کی مناسب قیمتوں کو برقرار رکھنے کا کام سرکار کے سپرد تھا۔ کوٹلیہ نے ارتھ شاستر میں غالباً ڈراوڑوں کے اس تجارتی ضابطے سے متاثر ہوکر عوامی مفاد کے لئے اشیاء خاص کی سرکاری خریداری کا اصول وضع کیا تھا۔ یعنی سرکار کو بازار سے خریداری اس وقت کرنی چاہیے جب کوئی چیز ارزاں اور کافی مل رہی ہوتا کہ گرانی کے مواقع پر سرکاری ذخیرہ بازار میں لاکر قیمتوں کو مناسب سطح پر لایا جاسکے۔ موصوف کے اس بیان سے ہٹ کر مرکزی محکمۂ آثارِ قدیمہ کی حالیہ کھدائیوں کے نتیجہ میں نربدا اور تاپتی کی وادیوں میں ڈراوڑی عہد کی صنعت کاریوں کے جو نمونے دستیاب ہوئے ہیں ان سے بھی اس دور کی صنعتی پیش روی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ موجودہ بھڑوچ، یہاں کی جملہ خام و مصنوعہ سامان کی برآمد کا مشہور ترین بندرگاہ تھا۔ اور انہی وادیوں کے درمیانی حصہ کو لوتھل کا علاقہ کہا جاتا تھا جس کی صنعتی ترقی کی شہرت وادئ سندھ سے زائد تھی۔ اعلیٰ قسم کے کپاس پیدا کرنے کی شہرت اگرچہ وادئ سندھ کو حاصل رہی ہے لیکن باریک ترین کپڑوں خصوصاً ململوں کے اعتبار سے کاشی کم (بنگال)، کو جو شہرتِ دوام حاصل ہوئی وہ وادی کے حصہ میں آئی اور جنوبی ہند کو نصیب ہوئی۔ کاشی کم کی ساختہ ململوں کی نفاست اور قدر و قیمت کا اندازہ ڈھائی ہزار قبل مسیح کے فراعنۂ مصر کی ان لاشوں سے لگایا جاسکتا ہے جو یہاں کی باریک ململوں میں لپٹی ہوئی پائی گئی ہیں[۱]

فولاد و آہن | مختلف دھاتوں کو بھٹیوں میں صاف کرنے خام لوہے کو فولاد میں تبدیل کرنے اور آہنی اوزار سازی میں ڈراوڑوں نے اچھا نام پیدا کیا تھا۔ بقول پروفیسر ورلیس "یہ لوگ لوہا ڈھالنے کی صنعت اور اسپات بنانے کے فن سے بخوبی واقف تھے[۲]۔ اہلِ قیاس کا اندازہ ہے کہ ہندی لوہا انسانی نقل مکانی کے ذریعہ سندھ کے راستہ ایران و عراق اور ساحلِ شام ہوتا ہوا مصر پہونچا تھا۔ اسی بنا پر بعض کے خیال میں مصر و ہند کا اولین تجارتی تعلق کپاس کے بجائے اسی کے ذریعہ قائم ہوا[۳]۔

---

۱ عرب و ہند کے تعلقات۔ ۲ ہندوستان کی صنعت و تجارت۔ ۳ عہد قدیم مشرق و مغرب

انسان نے دھاتوں کا استعمال کب شروع کیا۔ اس کے متعلق یقین وادعان سے کچھ نہیں کہا جاسکتا ہاں اتنا یقینی ہے کہ جدید حجری دور کے خاتمہ پر ان کا استعمال شروع ہوگیا تھا۔ فلسطین کی کھدائیوں سے ایسے اوزار دستیاب ہوئے ہیں جن سے اہلِ قیاس نے یہ رائے قائم کی ہے کہ لوہے کا استعمال سب سے پہلے آشوری قبائل میں شروع ہوا چونکہ ان قبائل نے آہنی ہتیاروں کی مدد سے دشمنوں کو مغلوب کیا تھا اس بنا پر اس خیال کو مزید تقویت پہونچی۔ بابلی تہذیب کے زوال پر ایشیا کوچک میں حطیوں کی ایک چھوٹی سی حکومت قائم ہوگئی تھی جس کے تہذیبی آثار میں لوہے کے اوزاروں کا استعمال سب سے پہلے بتایا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک افریقہ میں روڈھیشیا کے علاقہ میں اس کا استعمال سب سے پہلے شروع ہوا اور بعض مورخین نے اس سلسلہ میں مصر کو اولیت کا درجہ عطا کیا ہے اور بعض نے فلسطین اور ایشیا کوچک کے سر اس کی دستیابی کا سہرا باندھا ہے۔ اگر مصر کو اولیت حاصل ہوتی تو اہراموں میں جن کی تعمیر کا سلسلہ دھات کے وسطی دور سے شروع ہو چکا تھا۔ کسی نہ کسی طرح یہ ضرور مستعمل ہوتا جبکہ اسی دور کے تمام اہرام سنگ و خشت کے بنے ہوئے ہیں۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مصر میں لوہے کا استعمال دھات کے بالکل آخری دور میں شروع ہوا۔ لوہے کی اولین دریافت کے متعلق حالیہ تحقیق و تلاش کا خلاصہ یہ ہے کہ

"حجری دور کے باشندوں کو تجربہ سے جب یہ معلوم ہوا کہ پتھر اور ہڈی کے اوزار ضرب خفیف سے شکست وریخت ہو جاتے ہیں تو ایسی دھات کی تلاش شروع ہوئی جو ان دقتوں اور خرابیوں کو دور کر سکے۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے۔ اس لئے تلاش و جستجو کے آخری سلسلہ میں وہ مفید مطلب چیز مل گئی جس کا نام لوہا ہے۔ اور جس کو آج کی صنعتی دنیا میں سونے سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔"

دنیا اس تاریخی حقیقت سے بخوبی واقف ہے کہ حجریاتی دور کے خاتمہ پر جنوبی ہند میں لوہے کا استعمال شروع ہوگیا تھا جب کہ شمالی ہند کے باشندے ابھی تانبے ہی کا استعمال کر رہے تھے۔ اس سے دو باتیں صاف طور پر نظروں کے سامنے آتی ہیں۔ اول یہ کہ اہلِ ہند کو لوہے کے استعمال میں صرف اولیت ہی کا درجہ حاصل نہیں بلکہ لوہے کی دریافت کا سہرا بھی جنوبی ہند کے قدیم ترین باشندوں یعنی دراوڑوں

کی تلاش وجستجو کے سر ہے۔ کیوں کہ یہاں اس کی درآمد کہیں سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ ابتدائی برآمد ہی کا پتہ چلتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جنوبی ہند سے شمالی ہند میں اس کی رسائی ہوئی اور یہاں سے دوسرے ملکوں میں برآمد ہونے لگا، حجریاتی دور کے اختتام تک وادئ سندھ کا تمام علاقہ اگرچہ مکمل طور پر آباد ہو چکا تھا لیکن انسان کی نقل کا سلسلہ ہنوز جاری تھا اس سے اہلِ قیاس نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ اس سلسلہ کی معرفت سندھ کے راستہ ایران پہونچا، اور وہاں سے عراق ہوتا ہوا، آشوری قبائل (ساحل شام) کی زمین پر پہونچا اور وہاں سے مصر کا راستہ اختیار کیا اور مصر سے نکل کر افریقہ کے دوسرے علاقوں تک جا پہونچا۔ توراۃ کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح سے تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل عرب تاجر بہت سی چیزوں کے ساتھ ہندی فولاد کی تلواریں مصر تک لے جاتے تھے[۱]۔ قدیم ترین زمانے سے یمنی بندرگاہوں سے ہندی سامان کی درآمد کا سلسلہ جاری تھا۔ اس تمام علاقہ میں قوم سبا کے علاوہ حمیری اور عاد قوم کے قبائل موجود تھے۔ ان کا ہند سے تجارتی تعلق کسی نہ کسی نوع سے قائم تھا خصوصاً قوم سبا اس سلسلہ میں کچھ آگے تھی۔ اس تجارت پیشہ قوم کے ذریعہ ہندی سامانِ تجارت سرزمین عرب کے علاوہ مصر اور افریقہ کے دوسرے علاقوں تک پہنچا کرتا تھا حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکالنے والا قافلہ جس کے بخورات کے علاوہ ہندی فولاد کی تلواریں بھی تھیں۔ یمن میں بسنے والی قوم سبا سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے علاوہ اور بھی دسوں تجارتی قبائل ہند کا درآمد شدہ مال مصر کے اندرونی علاقوں تک پہنچایا کرتے تھے[۲]۔

تاریخی اوراق گواہ ہیں کہ مصر میں معدنیات کی کمی رہی ہے اسی وجہ سے معدنی اشیاء کی تلاش وجستجو میں اہلِ مصر کو دور دراز علاقوں کا سفر کرنا پڑا ہے اور زبان تاریخ کے بموجب لوہا تمام تر ایشیا (اور ہندوستان) سے مذکورہ راستوں کے ذریعہ پہنچا کرتا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ آشوری قبائل اور ایشیار کو جنگ میں جو فتوحات اپنے دشمنوں پر آہنی ہتھیاروں کی مدد سے فتح پائی تھی لیکن ان دونوں حکومتوں کی بنیاد حضرت مسیح سے تقریباً ایک ہزار سال قبل پڑی تھی۔ جبکہ ہندی لوہا اور فولاد ہی نہیں بلکہ ہر قسم کے آہنی ہتھیار اس سے بہت پہلے ان ملکوں میں پہونچ چکے تھے اسی بنا پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ہندی ساخت کے ہی ہتھیار تھے۔ جو ان دونوں ملکوں میں استعمال کیے

---

[۱] عرب وہند کے تعلقات۔ [۲] قصص القرآن

گئے[1] اور اگر فلسطین میں ہتھیار سازی کی کوئی اجتماعی صورت ہوتی تو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے زمانہ میں اسرائیلی تاجر جنوبی ہند کے ساحلی علاقہ کیرالا سے ہندی تلواریں یمنی اور فلسطینی علاقوں تک نہ لے جاتے۔ لوہے کی دریافت کے سلسلہ میں جس طرح اہلِ ہند کو اولیت کا شرف حاصل ہے اسی طرح مختلف دھاتوں کو بھٹیوں میں صاف کرنے اور خام لوہے کو فولاد میں تبدیل کرنے اور اوزار و ہتھیار بنانے میں بھی ڈراوڑوں نے بڑا نام پیدا کیا تھا۔ بقول پروفیسر ولسن "یہ قوم لوہا ڈھالنے کی صنعت اور اسپات بنانے کے فن سے بخوبی واقف تھی" اور پروفیسر ڈی بیتر کے بیان سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ہند کے یہ قدیم ترین باشندے لوہا صاف کرنے اور اس کو فولاد میں تبدیل کرنے سے اچھی طرح واقف تھے اور جراحی وغیرہ کے نازک ترین اوزار بنانے میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔

آلاتِ جراحی | جراحی آلات کی صنعت بھی ڈراوڑی دور میں اچھی حالت میں تھی۔ جدید تحقیق و تلاش کے نتیجہ میں تین ہزار قبل مسیح ہند میں آلاتِ جراحی کے استعمال کا پختہ ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ اگست ۱۹۶۲ء کو کولمبو میں آنجہانی پنڈت نہرو کے ہاتھوں آیورویدک ریسرچ سینٹر کا جو افتتاح ہوا تھا۔ اس میں بمبئی سے قدیم آلاتِ جراحی کے جو نمونے ہند کے مشہور وید پنڈت شیو شرما کے ذریعہ بھیجے گئے تھے۔ وہ قدیم آیورویدک لٹریچر کے بتائے ہوئے طریقوں کے عین مطابق تھے۔ پنڈت شرما نے ان آلاتِ جراحی کی تشریح کرتے ہوئے ڈراوڑی دور کے بیدوں کو سرجری کے فن میں باکمال بتایا تھا۔ اور اس سلسلہ میں ان کو خراجِ تحسین بھی پیش کیا تھا۔ آلاتِ جراحی کی اس نمائش کے موقع پر چین جاپان، برما، سعودی عربیہ اور مشرق وسطیٰ کے بعض دوسرے ممالک نے بھی ان آلات کو بھجوایا تھا جو کسی نہ کسی طرح عہدِ قدیم میں ان ممالک میں پہنچے تھے۔

ظروف و زیورات | ڈراوڑوں میں چونکہ بلا امتیاز مرد و زن زیور پہننے کا عام رواج تھا اور اس رواجِ عام کی بنا پر ڈراوڑوں نے زیور سازی میں کمال پیدا کیا تھا۔ مصر و بابل اور سمیریہ کے علاقوں کی کھدائیوں کے درمیان اس دور کے زیورات کے جو نمونے ملے ہیں ان سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ڈراوڑی کاریگر زیور سازی میں مذکورہ علاقوں کی زیور سازی سے بہت آگے تھے۔ ساتھ ہی زیوراتی میناکاری کے فن سے بھی بخوبی واقف تھے[2]۔ ظروف سازی

---

[1] عہدِ قدیم مشرق و مغرب۔ [2] عہدِ قدیم مشرق و مغرب

کو معیاری درجہ حاصل تھا۔ چنانچہ جنوبی ہند کے ضلع ساگر کے موضع ایریان کی کھدائیوں کے نتیجہ میں ایسے ظروف وزیورات بھی دستیاب ہوئے ہیں جن سے تین ہزار قبل مسیح اس صنعت کی پیش روی کا پتہ چلتا ہے اور ایسے آثار بھی پائے گئے ہیں جن سے جنوبی ہند کے ایران سے براہ راست تجارتی روابط کے ساتھ ہندی ظروف وزیورات کے برآمد کی بھی تصدیق ہوتی ہے[1]۔ روسی علاقہ ازبکستان میں بھی ان ظروف وزیورات کے کچھ نمونے حال ہی میں دستیاب ہوئے ہیں۔ روسی ماہر آثار قدیمہ نے دسمبر ۱۹۶۳ء میں ہند کے سفیر مسٹر ٹی این کول کو تاشقند میں ان کی دستیابی کی تفصیل بتاتے ہوئے ان کی قدامت پانچ ہزار قبل مسیح بتائی ہے[2]۔ ظروف وزیورات اور دوسرے آرائشی سامان کی اجتماعی صنعتوں کے علاوہ گھریلو صنعتیں بھی کثرت سے قائم تھیں۔ تاجروں کی انجمنیں تیار شدہ مال خرید کر اسٹاک کر لیتی تھیں۔ اور ضرورت پڑنے پر ان کو دوسرے علاقوں میں فروخت کرتی تھیں[3]۔

جہاز سازی | ڈراوڑوں کا ذوق جہاز سازی اور جہاز رانی پردۂ خفا سے نکل کر منظرِ عام پر آ رہا ہے کھدائیوں کے دوران کشتیوں کے کچھ ایسے نمونے دستیاب ہوئے ہیں جن سے ڈراوڑوں کا جہاز سازی اور جہاز رانی کے فن میں ماہر ہونے کا پختہ ثبوت ملتا ہے۔ جسٹس دھون نے الہ آباد یونیورسٹی ایسوسی ایشن کے سالانہ جلسہ میں ایک بڑی گودی کی تصویر بھی حاضرین جلسہ کو دکھائی تھی جو حال میں لوتھل (سوراشٹر) کی کھدائیوں کے دوران برآمد ہوئی ہے۔ موصوف کے نزدیک جہاز سازی اور جہاز رانی کا ذوق اسی عہد سے اہلِ ہند کو ورثہ میں ملتا چلا آیا ہے جس کا سلسلہ اٹھارویں صدی عیسوی تک باقی رہا۔ اس خیال کی تصدیق پروفیسر ڈنکو کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ اہلِ ہند مسیح سے ہزاروں سال پہلے جہاز سازی اور جہاز رانی میں بڑے ماہر اور یکتائے روزگار تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ ڈراوڑوں نے اپنی جہاز رانی کے ذریعہ اس

---

[1] روزنامہ الجمعیۃ دہلی و قومی آواز لکھنؤ [2] سوویت دیس۔ [3] عہدِ قدیم مشرق و مغرب

وقت کے تمدن آشنا ممالک سے بہت سے رشتے قائم کیے جن سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا اور خود اہلِ ہند کو بھی ڈراوڑوں کو صنعت و تجارت کا جو ذوق فطرت کی جانب سے ملا تھا وہ ان کی سیاسی مرکزیت کے خاتمہ کے بعد بھی کم نہ ہوا۔ بلکہ اس میں کچھ اضافہ ہی نظر آتا ہے۔ اگرچہ ایرین کے غلبہ اور اقتدار کی وجہ سے شمالی اور مغربی ہند میں ان کا سیاسی اقتدار ختم ہو چکا تھا۔ لیکن جنوبی ہند میں انہوں نے متعدد حکومتیں قائم کر لی تھیں۔ جن کی تجارتی شہرت عرب حلقوں سے آگے بڑھ کر بحیرۂ روم کے ساحلی علاقوں تک پہنچ چکی تھی۔ ان کی مصنوعات کا بڑا حصہ آبی شاہراہوں سے بیرونِ ہند جایا کرتا تھا۔ پہلی صدی عیسوی کے بعد تک ان کے تجارتی جہاز ہند کا خام و مصنوعہ سامان خلیج فارس کے راستہ جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی ساحل تک لے جاتے تھے۔ اہلِ روم کو دکھنی ہندوستان کی آبدار تلواریں اور منقش ظروف و زیورات اور چھپے ہوئے ریشمین اور سوتی کپڑے بہت ہی پسند تھے۔ انہوں نے اس دور میں بحرِ قلزم کے راستے دکھنی ہندوستان سے تجارتی تعلقات بھی قائم کر رکھے تھے۔ جس کی تصدیق قیصر اغوطس اور قیصر ٹائرس کے اُن طلائی اور نقرئی سکوں سے ہوتی ہے جو دکھنی ہند کے مختلف حصوں میں پائے گئے ہیں۔ قدیم رومی مصنفین کی مختلف کتابوں سے پانڈیہ سلطنت کے ایک راجہ پیڈیون کے قیصر روم کو ہند کی مختلف مصنوعات کے تحائف بھیجنے کی تصدیق ہوتی ہے[1]

ریشم سازی | ریشم کے کیڑے پالنے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آج سے تقریباً تین ہزار سال قبل چینیوں نے ریشم کا کیڑا اور اسکی پرورش کا طریقہ معلوم کیا تھا۔ لیکن سنسکرت کے قدیم ترین گرنتھوں میں اس طرح کا ذکر پایا جاتا ہے جس سے یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ایرین سے پہلے یہ صنعت سرزمینِ ہند میں موجود تھی۔ ہند میں ریشم کے کیڑے پالنے کی صنعت سب سے پہلے دریائے برہمپترا اور دریائے گنگا کے درمیان واقع خطہ میں قائم ہوئی تھی۔ اس لئے یہ خیال کر لیا گیا کہ ابتداء میں یہ صنعت باہر سے لائی گئی حالانکہ خود چین میں یہ صنعت ہندوستان ہی سے پہنچی یعنی دریائے گنگا کی وادی سے یہ صنعت آہستہ آہستہ پچھم کی طرف بڑھی گئی۔ اور جنوب مشرقی ایشیا کے اکثر علاقوں میں پھیل کر چین خاص تک پہنچ گئی۔ ○○○○○○

[1] عہدِ قدیم مشرق و مغرب